تصنیف

علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ

مجلسِ نشریاتِ اسلام

۱۔ کے۔ ۳ ناظم آباد مینشن ۔ ناظم آباد ۱ کراچی ۷۴۶۰۰

نام کتاب	یادِ رفتگاں
تصنیف	علامہ سید سلیمان ندویؒ
طباعت	مولائی پرنٹنگ پریس کراچی
اشاعت	۲۰۰۳ء
ضخامت	۵۲۳ صفحات

ٹیلیفون

۶۶۰۱۸۱۴

اشاکسٹ: مکتبہ ندوہ قاسم سینٹر اردو بازار، کراچی
فون ۲۶۳۸۹۱۷

ناشر
فضل ربی ندوی

مجلس نشریاتِ اسلام ۱۔کے۔۳ ناظم آباد مینشن، ناظم آباد، کراچی ۱۸

مولانا سلیمان اشرف

چار سلیمانوں کی رباعی قاضی محمد سلیمان صاحب مصنف رحمۃ للعالمین کی وفات سے مثلث ہوگئی تھی، شاہ سلیمان صاحب پھلواروی کی رحلت سے وہ فرد بن گئی تھی، اب اخیر اپریل ۱۹۳۹ء میں مولانا سلیمان اشرف صاحب (استاذ دینیات مسلم یونیورسٹی) کی موت سے مصرع ہو کر رہ گئی، دیکھنا یہ ہے کہ یہ مصرع بھی دنیا کی زبان پر کب تک رہتا ہے۔

بہت آگے گئے باقی جو ہیں تیار بیٹھے ہیں

مولانا سید محمد سلیمان اشرف صاحب مرحوم بہار کے ایک مردم خیز دیہات کے رہنے والے اور شرفا سادات کے خاندان سے تھے، ان کے والد مرحوم حکیم عبداللہ صاحب اوران کے اعمام محترم مولانا عبدالقادر صاحب، مولوی عبدالرزاق صاحب، مولوی عبدالغنی صاحب و مولانا عبیداللہ صاحب اہل علم و فقر تھے، مولانا مرحوم نے درس کا بڑا حصہ مولانا محمد احسن صاحب استھانوی بہاری سے حاصل کیا تھا اور کچھ دن دارالعلوم ندوہ میں بسر کئے تھے اور آخر میں منطق و فلسفہ کی آخری کتابیں مولانا ہدایت اللہ خاں صاحب رامپوری ثم الجونپوری سے پڑھی تھیں، جو پورب میں خیرآبادی سلسلہ کے خاتم تھے، مولانا سید محمد سلیمان اشرف صاحب مرحوم کو حقیقت یہ ہے کہ اپنے استاد کے ساتھ عقیدت ہی نہیں بلکہ عشق تھا، اُن کے حالات وہ جب کبھی سناتے تھے تو ان کے طرز بیان اور گفتار کی ہر ادا سے ان کی والہانہ عقیدت تراوش کرتی تھی، مرحوم خوش اندام، خوش لباس، خوش طبع، نظافت پسند، سادہ مزاج اور بے تکلف تھے، اُن کی سب سے بڑی خوبی، اُن کی خودداری اور اپنی عزت نفس کا احساس تھا، ان کی

—— ساری عمر علی گڑھ میں گزری، جہاں امراء اور ارباب جاہ کا تانتا لگا رہتا تھا، مگر انہوں نے کبھی کسی کی خوشامد نہیں کی اور نہ ان میں سے کسی سے دب کر یا جھک کر ملے، جس سے ملے برابری سے ملے اور اپنے عالمانہ وقار کو پوری طرح ملحوظ رکھ کر علی گڑھ کے سیاسی انقلابات کی آندھیاں بھی اُن کو اپنی جگہ سے ہلا نہ سکیں، علی گڑھ کے عشرت خانہ میں اُن کی قیام گاہ ایک درویش کی خانقاہ تھی، یہاں جو آتا، جھک کر آتا، اگر مجلس ساز گار ہوئی تو دعائیں لے کر گیا، ورنہ اُلٹے پاؤں ایسا واپس آیا کہ پھر اُدھر کا رُخ نہ کیا۔

وہ نہایت فیاض، کشادہ دست اور سیر چشم تھے، دو تین سال کے علاوہ ان کی ساری عمر تجرد کی حالت میں گزری، کوئی اولاد نہ تھی، خاندان کے عزیزوں سے طبیعت کو چنداں مناسبت نہ تھی، جو کچھ تھا احباب کے نذر تھا، استادزادوں اور دوستوں اور دوستوں کی اولادوں کیساتھ وہ کچھ کیا جس کو اس زمانہ میں مشکل سے کوئی دوسرا کر سکتا ہے، انتہا یہ ہے کہ مرتے دم تک جو کچھ چھوڑا وہ بھی نذر احباب۔

ان کی مجلس سدا بہار تھی، وہ خود سدا بہار تھے، فکر و غم کا ان کے ہاں گزر نہ تھا، اپنی ضعیف والدہ کی اطاعت اور اپنے ایک دیوانہ بھائی کی رفاقت اور خدمت میں عمر اس طرح گزاری کہ اسکی نظیر مشکل ہے، ان کی مجلس میں پچھلے علماء کے حالات اور ان کی خوبیوں کے تذکرے، اکثر رہا کرتے، کبھی کبھی کسی علمی مسئلہ پر اظہار خیال ہوتا، ان کی تقریر و مواعظ میں بڑی دلچسپی و گرویدگی تھی، ادھر بیس برس سے تقریر چھوڑ دی تھی، ایک دو جگہیں مخصوص تھیں، جہاں وہ سال میں ایک دفعہ میلاد پڑھا کرتے تھے، اُن کے مذہبی خیالات علمائے بریلی کے مطابق تھے اور ان کے بڑے مداح تھے، پھر بھی ان کی ملاقات اور میل جول ہر خیال کے لوگوں سے تھا، وہ کسی سے مناظرہ نہیں کرتے تھے اور جب کرتے تھے تو گھتے جاتے تھے طبیعت میں ظرافت اور لطافت تھی، غصہ بھی جلد آجاتا تھا، اپنے مزاج کے خلاف ایک حرف سُن نہیں سکتے تھے۔

تحریر و تالیف کا بھی ذوق تھا، خسرو کی ایک مثنوی پر مقدمہ لکھا ہے، حج کے مسائل اور عربی کے فضائل پر دو رسالے لکھے ہیں، ایک کتاب مبین نام عربی فیلالوجی پر لکھی تھی، جس پر ہندوستانی اکیڈمی نے پانچ سو کا انعام دیا تھا اور بھی متفرق مضامین لکھے تھے یونیورسٹی میں علوم اسلامیہ کے درس کے علاوہ عصر کے بعد قرآن پاک کی تفسیر پڑھایا کرتے تھے، خاص خاص شوقین طالب علم اس میں شریک ہوتے۔

ان کی وفات سے دو تین ہفتہ پہلے ان سے علی گڑھ میں ملاقات ہوئی تھی، کمزور و نحیف تھے، مسلسل بخار نے ان کو نیم جان کر دیا تھا، پھر بھی حسب دستور بعد عصر اپنی قیام گاہ کے برآمدہ میں مونڈھے پر بیٹھے تھے، احباب آس پاس حلقہ باندھے تھے اور وہ مصروف خوش کلامی تھے، میں نے عمر پوچھی تو ٹال گئے، میں نے اپنی عمر کے اندازہ سے اُن کا اندازہ لگا کر عرض کیا کہ عجب نہیں کہ آپ کی پیدائش سنہ ۱۸۷۹ء کی ہو، ہنس کر بولے مجھے تو اپنی عمر آپ معلوم نہیں اور آپ کو معلوم ہے، یہاں تک کہ سنہ بھی بتا دیا، اس انکار پر بھی میرا قیاس یہی ہے کہ ان کی پیدائش کا سال قریب قریب یہی ہوگا اور اس وقت ان کی عمر ساٹھ پینسٹھ کے بیچ میں ہوگی، دیکھنے میں تنومند اور صحیح معلوم ہوتے تھے، مگر اندر سے کھوکھلے ہو چکے تھے، اخیر ملاقاتوں میں اپنے وطن کے بعض دوستوں کی بے وقت موت اور عزیزوں کی محبت کی محرومی سے بے حد متاثر تھے، رحمۃ اللہ علیہ،

ربیع الاول سنہ ۱۳۵۸ھ

جون سنہ ۱۹۳۹ء